حضرت زبیر بن عوام رضؓ

فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہر نبی کے لیے حواری ہوتے ہیں، میرا حواری زبیرؓ ہے

(صحیح بخاری)

مرتب

محمد طاہر بھٹی چک قاسم کا

حضرت زبیر بن عوام رضؓ

فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہر نبی کے لیے حواری ہوتے ہیں، میرا حواری زبیرؓ ہے

(صحیح بخاری)

مرتب

محمد طاہر بھٹی چک قاسم کا

نام کتاب==========حضرت زبیر بن عوامؓ

نام مصنف==========محمد طاہر بھٹی چک قاسمکا

صفحات ========== ٦٦

قیمت========== 0

موبائل نمبر

03477172726 , 03183625575

پتہ

چک قاسمکا تحصیل وضلع بہاولنگر، پنجاب پاکستان

E-mail:Tahirbhatti697@gmail.com

فہرست

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَنَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ [1]

صحابی کی تعریف

صحابی سے مراد وہ شخص ہے جسے اپنی زندگی میں بحالتِ اسلام اپنی آنکھوں سے براہِ راست رسول اللہ ﷺ کے دیدار کا شرف نصیب ہوا، اور پھر وہ مسلسل تادمِ آخر دینِ اسلام پر قائم

۱۔ سنن نسائی باب: (خطبہ جمعہ کی کیفیت کا بیان ۱٤۰۵) سنن ابی داود/ النکاح ۳۳ (۲۱۱۸)، وقد أخرجہ: سنن الترمذی/ النکاح ۱۷ (۱۱۰۵)، سنن ابن ماجہ/ النکاح ۱۹ (۱۸۹۲)، (تحفۃ الأشراف: ۹۶۱۸)، مسند احمد ۱/ ۳۹۲، ۴۳۲، سنن الدارمی/ النکاح ۲۰ (۲۲۴۸) (صحیح)

رہا، اور اسی حالت میں اس کی وفات ہوئی۔ [۱]

اہلِ علم کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ امت کا کوئی اعلیٰ ترین فرد بھی کسی ادنیٰ صحابی کے مقام ومرتبے کو نہیں پہنچ سکتا...... کیونکہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ مقدس وبرگزیدہ ترین افراد تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست استفادہ وکسبِ فیض کیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دین سیکھا، اللہ کا کلام سیکھا، حکمت ودانش سیکھی...... آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت اور فیضِ نظر کی بدولت یہ حضرات پاکیزہ وبرگزیدہ ترین اشخاص بن گئے...... ان کے دلوں میں ایمان اس قدر راسخ ومضبوط ہوگیا کہ کوئی چیز انہیں کسی صورت راہِ حق سے برگشتہ ومنحرف نہیں کرسکتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کے ایمان کو رہتی دنیا تک تمام بنی نوعِ انسان کیلئے مثال

۱۔: شرح العقیدۃ الطحاویۃ، از: صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ، صفحہ: ۸۳۷، جلد: ۲ (باب: حب أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم دین وایمان، وبغضهم کفر ونفاق وطغیان) نیز: مصطلح الحدیث، از: محمد بن صالح العثیمین، ص: ۵۴۔

اور معیار قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: {فَاِن آمَنُوا بِمِثلِ مَا آمنتُم بِہٖ فَقَدِاھتَدَوا} -[۱]

ترجمہ: (اگر وہ لوگ بھی اسیطرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو، تب وہ راہِ راست پر آجائیں گے۔

یعنی اصل اور حقیقی ایمان تو وہی ہے جو حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں موجزن تھا۔

اسی طرح قرآن کریم میں حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطاب کرتے ہوئے یہ ارشادِ ربانی ہوا:

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیکُمُ الاِیمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِی قُلُوبِکُم وَکَرَّہَ اِلَیکُمُ الکُفرَ وَالفُسُوقَ وَالعِصیَانَ اُولٰٓئِك ھُمُ الرَّاشِدُونَ فَضلاً مِّنَ اللّٰہِ وَنِعمَۃً وَاللّٰہُ عَلِیمٌ حَکِیمٌ -[۲]

۱۔ البقرۃ [۱۳۷]

۲۔ الحجرات [۷۔۸]

ترجمہ: (......لیکن اللہ تعالیٰ نے ہی ایمان کو تمہارے دلوں میں محبوب بنادیا ہے، اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے۔ اور کفر کو اور گناہ کو اور نافرمانی کو تمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنادیا ہے یہی لوگ راہ یافتہ ہیں۔ اللہ کے انعام واحسان سے۔ اور اللہ دانا اور باحکمت ہے)

یقیناً یہ آیت خالق ارض وسماء کی طرف سے ان حضرات کے حق میں بہت بڑی گواہی نیز ان کے ایمان اور رشد وہدایت پر ہونے کی واضح ترین دلیل ہے۔

اس سلسلے میں مزید قابلِ ذکر یہ کہ خود قرآن کریم میں ان حضرات کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ کیلئے رضامندی وخوشنودی کی خوشخبری سے شادکام کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

{رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ}۔ [۱]

۱۔) المائدۃ [۱۱۹]۔ التوبۃ [۱۰۰]۔ البینۃ [۸]

یعنی "اللہ ان سے راضی اور خوش ' اور یہ اللہ سے راضی اور خوش ہیں)

زبانِ رسالت سے صحابہ کے چنندہ ہونے کی خوشخبری دی گئی، جن میں سے چند احادیث کا ترجمہ یہاں پیش کیا جارہا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ.... وَقَالَ فِیْ اَصْحَابِیْ كُلُّهُمْ خَیْرٌ۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے بعد ساری دنیا سے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا اور فرمایا: میرے سب ہی صحابہ بھلائی والے ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: (خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ)۔ [2]

یعنی بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں' پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد' اور پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد)

نیز ارشادِ نبوی ہے: (لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِیْ، فَلَوْأَنَّ أَحَدَكُمْ

1۔ (مجمع الزوائد: ۱۰/ ۱۶)

2۔ بخاری [۳۶۵۱] باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نیز: مسلم [۲۵۳۳] باب فضل الصحابہ۔

أنفق مثل أحد ذهباً ما بلغ مدّ أحدهم ولا نصيفه) [۱]

یعنی ''میرے ساتھیوں کو برا نہ کہو، کیونکہ تم میں سے اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تب بھی وہ اُس اجروثواب کا مستحق نہیں بن سکتا جو میرے ساتھیوں میں سے محض مٹھی بھر (اناج) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کیلئے ہے''۔ (۲)

اسی طرح ارشادِ نبوی ہے: (اللہ اللہ في أصحابي، لا تتخذوهم غرضاً من بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله، ومن آذى الله فيوشك أن

۱۔ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ المصابیح [۵۹۹۸] باب مناقب الصحابہ (۳) اُس دور میں ''مُد'' غلہ و اناج تولنے کیلئے ایک پیمانہ تھا۔

يَأْخُذَهُ)۔ [۱]

ترجمہ: (میرے ساتھیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، تم میرے بعد انہیں [اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی خاطر] نشانہ نہ بنانا، جو کوئی ان سے محبت رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے، اور جو کوئی ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے انہیں کوئی اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی، اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی، اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اللہ عنقریب اس کی گرفت فرمائے گا‘‘۔

حضرت ابنِ مسعودؓ فرمایا کرتے تھے: صحابۂ رسول اس امت کے سب سے افضل افراد تھے، جو دل کے اعتبار سے بہت نیک، علم کے لحاظ سے سب سے پختہ اور تکلفات کے اعتبار سے سب سے زیادہ

۱۔ ترمذی [۳۸۶۲] باب فی من سبّ أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

دور رہنے والے تھے۔ [۱]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

خدا کی قسم ہے کہ صحابہ کرام میں کسی شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہوجائے غیر صحابہ سے ہر شخص کی عمر بھر کی عبادت وعمل سے بہتر ہے اگرچہ اس کو عمر نوح (علیہ السلام) عطا ہوجائے۔ [۲]

حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں "فرقِ مراتب"

یقیناً حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تمام جماعت ہی برگزیدہ ترین ہے۔

البتہ اہلِ علم نے ان میں باہم "فرقِ مراتب" اور "تفاضل" بیان

۱۔(رزین، مشکوٰۃ:۱/ ۳۲)

۲۔(ابوداؤد، باب فی الخلفاء، حدیث نمبر ۴۰۳۱)

کیا ہے، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

مجموعی طور پر تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سب سے بلند ترین مقام و مرتبہ ان دس خوش نصیب ترین حضرات کا ہے جنہیں ایک موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے ایک ساتھ جنت کی خوشخبری سے شادکام فرمایا اور اسی مناسبت سے انہیں ''عشرہ مبشرہ'' یا ''العشرۃ المبشرون بالجنۃ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ [۱]

اور پھر ان ''عشرہ مبشرہ'' میں سے بلند ترین مقام و مرتبہ چاروں ''خلفائے راشدین'' کا ہے۔

پھر حضرات ''خلفائے راشدین'' میں فرقِ مراتب ان کی ترتیب کے مطابق ہے، یعنی خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفۂ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، خلیفۂ سوم حضرت

۱۔ ملاحظہ ہو حدیث: (ابوبکر فی الجنۃ، وعمر فی الجنۃ، وعثمان فی الجنۃ، وعلی فی الجنۃ، وطلحۃ فی الجنۃ، والزبیر فی الجنۃ، وعبدالرحمن بن عوف فی الجنۃ، وسعد فی الجنۃ، وسعید فی الجنۃ، وأبوعبیدۃ بن الجراح فی الجنۃ) (ترمذی [۳۷۴۷] عن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، ابواب المناقب)۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، اورخلیفۂ چہارم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

☆ ہجرتِ مدینہ سے قبل دینِ اسلام قبول کرنے والوں کا مقام ومرتبہ ہجرت کے بعد اسلام قبول کرنے والوں سے بلند ہے۔

☆ غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والوں کا مقام ومرتبہ دوسروں سے زیادہ ہے۔

☆ بیعتِ رضوان کے موقع پر جو حضرات شریک تھےؓ ان کا مقام ومرتبہ دوسروں سے بڑھا ہوا ہے...... نیز ان کیلئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے بطورِ خاص رضامندی وخوشنودی کا اعلان ہے۔ [١]

☆ فتحِ مکہ سے قبل مشرف باسلام ہونے والوں کا مقام ومرتبہ فتحِ مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں سے زیادہ ہے۔

لٰہذا سب سے کم مقام ومرتبہ ان حضرات کا ہے جو فتحِ مکہ کے

١۔ ارشادِ ربانی {لَقَدْ رَضِيَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ ......} کی تفسیر ملاحظہ ہو (سورۃ الفتح:١٨)

بعد مسلمان ہوئے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

{لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ}۔ [۱]

ترجمہ: تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے [اللہ کی راہ میں] خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے وہ دوسروں کے برابر نہیں، بلکہ وہ اُن سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد [اللہ کی راہ میں] خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے، ہاں البتہ بھلائی کا وعدہ تو اللہ نے

۱۔ سورۃ الحدید [۱۰]

ان سب سے کیا ہے، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ [۱]

احقر

محمد طاہر بھٹی چک قاسمکا

۱۔) یعنی فتحِ مکہ سے قبل چونکہ مسلمان کمزور تھے اور مشکل حالات سے گذر رہے تھے لہٰذا ان مشکلات کے باوجود جس کسی نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد بھی کیا، اس کا مقام و مرتبہ فتحِ مکہ کے بعد یہ کام انجام دینے والوں سے زیادہ ہے۔ لہٰذا اجر و ثواب میں نیز مقام و مرتبے میں یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔
ہاں البتہ اسی آیت کے آخری حصے میں یہ وضاحت بھی آ گئی ہے کہ صحابۂ کرام کے ان دونوں گروہوں میں اگرچہ فرقِ مراتب تو ضرور ہے...... لیکن اس کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے فتحِ مکہ کے بعد دینِ اسلام قبول کرنے والے صحابۂ کرام کیلئے بھی ''حُسنیٰ'' یعنی ''بھلائی کا وعدہ'' موجود ہے۔

نام، نسب، خاندان

زبیر نام، ابوعبداللہ کنیت، حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لقب، والد کا نام عوام اور والدہ کا نام صفیہ تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی القرشی الاسدی، حضرت زبیرؓ کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے اور چونکہ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپی تھیں، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے، اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھی حقیقی بھتیجے تھے اور حضرت صدیقؓ کے داماد ہونے کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساڑھو بھی تھے اور اس طرح ذات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کو متعدد نسبتیں حاصل تھیں۔

حضرت زبیرؓ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اٹھائیس سال قبل پیدا

ہوئے، بچپن کے حالات بہت کم معلوم ہیں، لیکن اس قدر یقینی ہے کہ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ نے ابتدا ہی سے ان کی ایسی تربیت کی تھی کہ وہ جوان ہوکر ایک عالی حوصلہ، بہادر، الوالعزم مرد ثابت ہوں، چنانچہ وہ بچپن میں عموماً انہیں مارا پیٹا کرتیں اور سخت سے سخت محنت ومشقت کے کام کا عادی بناتی تھیں، ایک دفعہ نوفل بن خویلد جو اپنے بھائی عوام کے مرنے کے بعد ان کے ولی تھے، حضرت صفیہؓ پر نہایت خفا ہوئے کہ کیا تم اس بچے کو اس طرح مارتے مارتے مار ڈالوگی، اور بنو ہاشم سے کہا کہ تم لوگ صفیہؓ کو سمجھاتے کیوں نہیں، حضرت صفیہؓ نے حسب ذیل رجز میں اس خفگی کا جواب دیا۔ [۱]

من قال انی ابغضہ فقد کذب انما اضربہ لکی یلب

جس نے یہ کہا کہ میں اس سے بغض رکھتی ہوں، اس نے جھوٹ کہا، میں اس کو اس لیے مارتی ہوں کہ عقل مند ہو۔

۱۔(ابن سعد اصابہ تذکرہ زبیرؓ)

ویھزم الجیش یاتی باسلب الخ

اور فوج کو شکست دے اور مال غنیمت حاصل کرے

اس تربیت کا یہ اثر تھا کہ وہ بچپن ہی میں بڑے بڑے مردوں کا مقابلہ کرنے لگے تھے، ایک دفعہ مکہ میں ایک جوان آدمی سے مقابلہ پیش آیا، انہوں نے ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا، لوگ اسے لاد کر شکایۃً حضرت صفیہؓ کے پاس لائے، تو انہوں نے معذرت و عفوخواہی کے بجائے سب سے پہلے یہ پوچھا کہ تم نے زبیرؓ کو کیسا پایا، بہادر یا بزدل۔ [۱]

اسلام

حضرت زبیرؓ صرف سولہ برس کے تھے کہ نورِ ایمان نے ان کے خانۂ دل کو منور کر دیا۔ [۲]

۱۔(اصابہ جلد ا تذکرہ زبیرؓ)

۲۔(مستدرک حاکم: ۳/۳۵۹)

بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پانچویں یا چھٹے مسلمان تھے، لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، تاہم سابقین اسلام میں وہ ممتاز اور نمایاں تقدم کا شرف رکھتے ہیں۔

حضرت زبیرؓ اگرچہ کمسن تھے، لیکن استقامت اور جان نثاری میں کسی سے پیچھے نہ تھے، قبول اسلام کے بعد ایک دفعہ کسی نے مشہور کر دیا، کہ مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گرفتار کر لیا ہے، یہ سن کر جذبہ جانثاری سے اس قدر بیخود ہوئے کہ اسی وقت ننگی تلوار کھینچ کر مجمع کو چیرتے ہوئے آستانہ اقدس پر حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو پوچھا زبیرؓ! یہ کیا ہے؟ عرض کیا مجھے معلوم ہوا تھا کہ (خدانخواستہ) حضور گرفتار کر لیے گئے ہیں، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت خوش ہوئے اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی، اہل سیر کا بیان ہے کہ یہ پہلی تلوار تھی جو راہ فدویت وجان نثاری میں

ایک بچے کے ہاتھ سے برہنہ ہوئی۔ [۱]

ہجرت

عام بلا کشان اسلام کی طرح حضرت زبیرؓ مشرکین مکہ کے پنجہ ظلم و ستم سے محفوظ نہ تھے، ان کے چچا نے ہر ممکن طریقہ سے ان کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہا، لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تھا جو اتر جاتا، بالآخر اس نے برہم ہو کر اور بھی سختی شروع کی، یہاں تک کہ چٹائی میں لپیٹ کر باندھ دیتا، اور اس قدر دھونی دیتا کہ دم گھٹنے لگتا؛ لیکن وہ ہمیشہ یہی کہے جاتے کچھ بھی کرو اب میں کافر نہیں ہو سکتا۔ [۲]

غرض مظالم و شدائد سے اس قدر تنگ آئے کہ وطن چھوڑ کر حبش کی راہ لی، پھر کچھ دنوں کے بعد وہاں سے واپس آئے، تو خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کا قصد کیا، اس لیے انہوں نے بھی مدینہ کی

۱۔(اسد الغابہ تذکرہ زبیر بن عوامؓ)

۲۔(اصابہ جلد ۱ تذکرہ زبیرؓ)

مبارک سرزمین کووطن بنایا۔

مواخات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ میں حضرت طلحہؓ کو حضرت زبیرؓ کا اسلامی بھائی قرار دیا تھا،لیکن جب مدینہ پہنچنے کے بعد انصار ومہاجرین میں تعلقات پیدا کرنے کے لیے ایک دوسری مواخات منعقد ہوئی تو اس دفعہ حضرت سلمہ بن سلامہ انصاریؓ سے رشتہ اخوت قائم کیا گیا، جومدینہ کے ایک معزز بزرگ اور بیعت عقبہ میں شریک تھے۔

غزوات

غزوات میں ممتاز حیثیت سے شریک رہے،سب سے پہلے غزوۂ بدر پیش آیا،حضرت زبیرؓ نے اس معرکہ میں نہایت جانبازی ودلیری کے ساتھ حصہ لیا،جس طرف نکل جاتے تھے غنیم کی صفیں تہ وبالا کردیتے،ایک مشرک نے ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہوکر

مبارزت چاہی، حضرت زبیرؓ بڑھ کر اس سے لپٹ گئے، اور دونوں قلابازیاں کھاتے ہوئے نیچے آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں میں جو سب سے پہلے زمین پر رکے گا وہ مقتول ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ مشرک پہلے زمین پر گر کر حضرت زبیرؓ کے ہاتھ سے واصلِ جہنم ہوا۔ [۱]

اسی طرح عبیدہ بن سعید سے مقابلہ پیش آیا جو سر سے پاؤں تک زرہ پہنے ہوئے تھا، صرف دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، حضرت زبیرؓ نے تاک کر اس زور سے آنکھ میں نیزہ مارا کہ اس پار نکل گیا، اس کی لاش پر بیٹھ کر بمشکل نیزہ نکالا، پھل ٹیڑھا ہوگیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بطور یادگار حضرت زبیرؓ سے اس نیزہ کو لے لیا، اس کے بعد پھر خلفاء میں تبرکاً منتقل ہوتا رہا، یہاں تک خلیفہ ثالثؓ کے بعد حضرت زبیرؓ کے وارث حضرت عبداللہؓ کے پاس پہنچا اور ان کی

۱۔ (کنز العمال:۶/۴۱۶)

شہادت تک ان کے پاس موجود تھا۔

وہ جس بے جگری کے ساتھ بدر میں لڑے اس کا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ ان کی تلوار میں دندانے پڑ گئے تھے، تمام جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا، خصوصاً ایک زخم اس قدر کاری تھا کہ وہاں پر ہمیشہ کے لیے گڑھا پڑ گیا تھا، حضرت عروہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ ہم ان میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔ [۱]

معرکہ بدر میں حضرت زبیرؓ زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آج ملائکہ بھی اسی وضع میں آئے ہیں۔ [۲]

غرض مسلمانوں کی شجاعت وثابت قدمی نے میدان مار لیا حق غالب رہا اور باطل کو شکست ہوئی۔

غزوۂ احد

۱۔(بخاری باب غزوۂ بدر)

۲۔(کنز العمال:۶/۴۱۶)

سنہ ۳ھ میں معرکہ احد کا واقعہ ہوا، اثنائے جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تلوار کھینچ کر فرمایا کون اس کا حق ادا کرے گا؟ تمام جان نثاروں نے بیتابی کے ساتھ اپنے ہاتھ پھیلائے، حضرت زبیرؓ نے تین دفعہ اپنے آپ کو پیش کیا، لیکن یہ فخر حضرت ابودجانہؓ انصاری کے لیے مقدر ہو چکا تھا۔ [۱]

جنگ احد میں جب تیراندازوں کی بے احتیاطی سے فتح شکست سے مبدل ہوگئی اور مشرکین کے اچانک حملے سے غازیان دین کے پاؤں متزلزل ہوگئے، یہاں تک کہ شمع نبوت کے گرد صرف چودہ صحابہؓ پروانہ وار ثابت قدم رہ گئے تھے تو اس وقت بھی یہ جان نثار حواری جان نثاری کا فرض ادا کر رہا تھا۔ [۲]

غزوۂ خندق

۱۔(زرقانی:۲/۱۳۲)

۲۔(زرقانی:۲/۱۳۲)

سنہ ۵ھ میں یہودیوں کی مفسدہ پردازی سے تمام عرب مسلمانوں کے خلاف امنڈ آیا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینہ کے قریب خندق کھود کر اس طوفان کا مقابلہ کیا، حضرت زبیرؓ اس حصہ پر معمور تھے جہاں عورتیں تھیں۔ [۱]

بنو قریظ اور مسلمانوں میں باہم معاہدہ تھا، لیکن عام سیلاب میں وہ بھی اپنے عہد پر قائم نہ رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت کے لیے کسی کو بھیجنا چاہا اور تین بار فرمایا "کون اس قوم کی خبر لائے گا؟" حضرت زبیرؓ نے ہر مرتبہ بڑھ کر عرض کیا کہ "میں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا" ہر نبی کے لیے حواری ہوتے ہیں، میرا حواری زبیرؓ ہے۔ [۲]

اس نازک وقت میں حضرت زبیرؓ کی اس طرح بے خطر تنہا آمد ورفت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی اس جانبازی سے اس قدر

۱۔ (مسند احمد: ۱/ ۱۶۴)

۲۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خندق)

متاثر تھے کہ فرمایا: فداک ابی وامی، یعنی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ [۱]

کفار بہت دنوں تک خندق کا محاصرہ کیے رہے، لیکن پھر کچھ تو ارضی وسماوی مصائب اور کچھ مسلمانوں کے غیر معمولی ثبات واستقلال سے پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

غزوہ خیبر

غزوۂ خندق کے بعد غزوۂ بنو قریظہ اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے پھر خیبر کی مہم میں غیر معمولی شجاعت دکھائی، مرحب یہودی خیبر کا رئیس تھا وہ مقتول ہوا تو اس کا بھائی یاسر غضبناک ہو کر ”ھل من مبارز“ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے میدان میں آیا، حضرت زبیرؓ نے بڑھ کر اس کا مقابلہ کیا وہ اس قدر تنومند اور قوی ہیکل تھا کہ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ نے کہا یارسول اللہ! میرا لخت جگر آج شہید ہوگا،

۱۔ (مسند: ۱/ ۱۶۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں! زبیرؓ اس کو مارے گا، چنانچہ درحقیقت تھوڑی دیر ردوبدل کے بعد وہ واصل جہنم ہوا۔ [۱]

غرض خیبر فتح ہوا اور اس کے بعد فتح مکہ کی تیاریاں شروع ہوئیں، مشہور صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے تمام کیفیت لکھ کر ایک عورت کے ہاتھ قریش مکہ کے پاس روانہ کی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوگئی اور ایک جماعت اس عورت کو گرفتاری پر مامور ہوئی، حضرت زبیرؓ بھی اس میں شریک تھے، وہ گرفتار ہوکر آئی اور خط پڑھا گیا، تو ابن ابی بلتعہؓ کا سر ندامت سے جھک گیا، رحمۃ للعالمین نے ان کی عفو خواہی پر جب معاف فرمادیا، اور یہ آیت نازل ہوئی۔" يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ" [۲]

۱۔(سیرت ابن ہشام: ۲/ ۱۸۲)
۲۔(الممتحنۃ: ۱)

فتح مکہ

رمضان ۸ھ میں دس ہزار مجاہدین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ کا قصد کیا اور شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ اس سرزمین میں داخل ہوئے جہاں سے آٹھ سال قبل طرح طرح کے مصائب وشدائد برداشت کرنے کے بعد بے بسی کی حالت میں نکلنے پر مجبور ہوئے تھے، اس عظیم الشان فوج کے متعدد دستے بنائے گئے تھے، سب سے چھوٹا اور آخری دستہ وہ تھا جس میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم موجود تھے، حضرت زبیرؓ اس کے علمبردار تھے۔ [۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے اور ہر طرف سکون واطمینان ہوگیا تو حضرت زبیرؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ اپنے گھوڑوں پر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کھڑے ہوکر ان کے چہروں سے گرد غبار صاف کیا اور فرمایا میں

۱۔(بخاری باب غزوۃ الفتح)

نے گھوڑے کے لیے دو حصے اور سوار کے لیے ایک حصہ مقرر کیا ہے، جو ان حصوں میں کمی کریگا خدا اس کو نقصان پہنچائے گا۔ [۱]

مختلف غزوات

فتح مکہ کے بعد واپسی کے وقت غزوۂ حنین پیش آیا کفار کمین گاہوں میں چھپے ہوئے مسلمانوں کی نقل وحرکت دیکھ رہے تھے، حضرت زبیرؓ اس گھاٹی کے قریب پہنچے تو ایک شخص نے اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہا "لات وعزیٰ کی قسم یہ طویل القامت سوار یقینا زبیرؓ ہے، تیار ہو جاؤ، اس کا حملہ نہایت خطرناک ہوتا ہے" یہ حملہ ختم ہی ہوا تھا کہ ایک زبردست جمعیت نے اچانک حملہ کر دیا، حضرت زبیرؓ نہایت پھرتی اور تیز دستی کے ساتھ اس آفتِ ناگہانی کو روکا اور اس قدر شجاعت وجانبازی سے لڑے کہ یہ گھاٹی کفار سے بالکل صاف ہو گئی۔

۱۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث صفحہ ۷۳)

اس کے بعد جنگ طائف اور تبوک کی فوج کشی میں شریک ہوئے، پھر ۱۰ھ، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کا قصد کیا، حضرت زبیرؓ اس میں بھی ہم رکاب تھے۔

حج سے واپس آنے کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی، حضرت ابوبکر صدیقؓ مسند آرائے خلافت ہوئے، بعض روایات کے مطابق حضرت زبیرؓ کو بھی خلیفہ اول کی بیعت میں پس وپیش تھا، تاہم وہ زیادہ دنوں تک اس پر قائم نہیں رہے۔

جنگ یرموک کا حیرت انگیز کارنامہ

سوا دو برس کی خلافت کے بعد خلیفہ اول کا وصال ہو گیا اور فاروق اعظمؓ نے مسند حکومت پر قدم رکھا، خلیفہ اول کے عہد میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، حضرت عمرؓ نے تمام عرب میں جوش پھیلا کر اس کو اور بھی زیادہ وسیع کر دیا، حضرت زبیرؓ کا دل گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے افسردہ ہو چکا تھا، تاہم ایک مرد میدان

وجانباز بہادر کے لیے اس جوش و ولولہ کے وقت عزلت نشین رہنا سخت تنگ تھا، خلیفہ وقت سے اجازت لے کر شامی رزم گاہ میں شریک ہوئے ،اس وقت یرموک کے میدان میں ملک شام کی قسمت کا آخری فیصلہ ہورہا تھا، اثنائے جنگ میں لوگوں نے کہا اگر آپ حملہ کر کے غنیم کے قلب میں گھس جائیں تو ہم آپ کا ساتھ دیں ،حضرت زبیرؓ نے کہا تم لوگ میرا ساتھ نہیں دے سکتے ،لوگوں نے عہد کیا تو اس زور سے حملہ آور ہوئے کہ رومی فوج کا قلب چیرتے ہوئے تنہا اِس پار سے اُس پار نکل گئے اور کوئی رفاقت نہ کرسکا، پھر واپس لوٹے تو رومیوں نے گھوڑے کی باگ پکڑلی اور نرغہ کر کے سخت زخمی کیا گردن پر دو زخم اس قدر کاری تھے کہ اچھے ہونے کے بعد بھی گڑھے باقی رہ گئے، عروہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ بدر کے زخم کے بعد یہ دوسرا زخم کا گڈھا تھا جس میں بچپن میں ہم انگلیاں ڈال کر

کھیلا کرتے تھے۔ [۱]

فسطاط کی فتح

فتح شام کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ کی سرکردگی میں مصر پر حملہ ہوا انہوں نے چھوٹے چھوٹے مقامات کو فتح کرتے ہوئے فسطاط کا محاصرہ کرلیا اور قلعہ کی مضبوطی نیز فوج کی قلت دیکھ کر دربارِ خلافت سے اعانت طلب کی، امیر المومنین حضرت عمرؓ نے دس ہزار فوج اور چار افسر بھیجے اور خط میں لکھا کہ ان افسروں میں ایک ایک، ہزار ہزار سوار کے برابر ہے، افسروں میں حضرت زبیرؓ بھی تھے، ان کا جو رتبہ تھا اس کے لحاظ سے عمروؓ نے ان کو افسر بنایا اور محاصرہ وغیرہ کے انتظامات ان کے ہاتھ میں دیئے، انہوں نے گھوڑے پر سوار ہو کر خندق کے چاروں طرف چکر لگایا اور جہاں جہاں مناسب تھا مناسب تعداد کے ساتھ سوار اور پیادے متعین کیے، اس کے

۱۔(بخاری کتاب المغازی)

ساتھ منجنیقوں سے پتھر برسانے شروع کر دیئے، اس پر پورے سات مہینے گذر گئے، اور فتح وشکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا، حضرت زبیرؓ نے ایک دن تنگ آکر کہا کہ آج میں مسلمانوں پر فدا ہوتا ہوں، یہ کہہ کر ننگی تلوار ہاتھ میں لی اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے، چند اور صحابہؓ نے ان کا ساتھ دیا، فصیل پر پہنچ کر سب نے ایک ساتھ تکبیر کے نعرے بلند کئے، ساتھ ہی تمام فوج نے نعرہ مارا کہ قلعہ کی زمین دہل اٹھی، عیسائی یہ سمجھ کر کہ مسلمان قلعہ کے اندر گھس آئے، بدحواس ہو کر بھاگے ادھر حضرت زبیرؓ نے فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور تمام فوج اندر گھس آئی، مقوقس حاکمِ مصر نے یہ دیکھ کر صلح کی درخواست کی اور اسی وقت سب کو امان دے دی گئی۔ [۱]

اسکندریہ کی تسخیر

۱۔(فتوح البلدان:۲۲۰)

فسطاط فتح کرکے اسلامی فوج نے اسکندریہ کا رخ کیا اور مدتوں قلعہ کا محاصرہ کیے پڑی رہی، لیکن جس قدر زیادہ دن گذرتے جاتے تھے، اسی قدر دربار خلافت سے اس کے جلد فتح کرنے کا تقاضا بڑھتا جاتا تھا، غرض ایک روز عمرو بن العاصؓ نے آخری اور قطعی حملہ کا ارادہ کرلیا اور حضرت زبیرؓ اور مسلمہ بن مخلدؓ کو فوج کا ہراول بنا کر اس زور سے یورش کی کہ ایک ہی حملہ میں شہر فتح ہوگیا۔

مفتوحہ ممالک کی تقسیم کا مطالبہ

مصر کامل طور پر مسخر ہوگیا تو حضرت زبیرؓ نے عمرو بن العاصؓ سپہ سالار فوج سے اراضی مفتوحہ کی تقسیم کا مطالبہ کیا اور فرمایا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو مجاہدین پر تقسیم فرمادیا تھا، اسی طرح تمام ممالک مفتوحہ کو تقسیم کردینا چاہئے، عمرو بن العاصؓ نے کہا خدا کی قسم میں امیر المومنینؓ کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا ،حضرت عمرؓ کو لکھا گیا تو انہوں نے لکھا کہ اس کو اسی طرح رہنے دینا

چاہئے تاکہ آئندہ نسلیں بھی اس سے مستفید ہوتی رہیں، حضرت زبیرؓ کے ذہن میں بھی اس کی مصلحت آگئی اور خاموش ہو رہے۔ [۱]

سنہ ۲۳ھ میں خلیفہ وقت حضرت عمرؓ نے ایک مجوسی کے ہاتھ ناگہانی طور پر زخمی ہو کر سفرِ آخرت کی تیاری کی تو عہدہ خلافت کے لیے چھ آدمیوں کے نام پیش کئے اور فرمایا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر وقت تک ان سے راضی رہے تھے، ان چھ بزرگوں میں ایک حضرت زبیرؓ بھی تھے، لیکن تین دن کی مسلسل گفت وشنید اور بحث ومباحثہ کے بعد مجلس شوریٰ نے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو مسند گرامی پر بٹھا دیا، حضرت زبیرؓ بھی بے چون وچرا اس انتخاب کو تسلیم کر کے بیعت کر لی۔ [۲]

خلیفۂ ثالثؓ کے عہد میں زبیرؓ نے نہایت سکون وخاموشی کی زندگی بسر کی اور کسی قسم کی ملکی مہم میں شریک نہیں ہوئے، درحقیقت عمر بھی

۱۔(مسند ابن حنبل:۱/۱۶۶)

۲۔(بخاری کتاب المناقب قصۃ البیعۃ)

اس حد سے متجاوز ہوچکی تھی، لیکن ۳۵ھ میں مصری مفسدوں نے بارگاہِ خلافت کا محاصرہ کیا، توانہوں نے اپنے بڑے صاحبزادہ عبداللہ بن زبیرؓ کو امیر المومنین کی مساعدت وحفاظت پر مامور کر دیا۔

غرض اٹھارہویں ذی الحجہ جمعہ کے روز حضرت عثمانؓ مفسدین کے ہاتھ سے شہید ہوئے، حضرت زبیرؓ نے حسب وصیت پوشیدہ طریقہ پر رات کے وقت نمازہ جنازہ ادا کی اور مضافاتِ مدینہ میں حش کوکب نامی ایک مقام پر سپرد خاک کیا۔

خلیفہ وقت کے قتل سے تمام مدینہ میں مفسدین کا رعب طاری ہوگیا، ہر شخص دم بخود تھا، حضرت عثمانؓ کے طرفدار اور تمام بنوامیہ مکہ اور دوسرے مقامات کی طرف بھاگ گئے، چونکہ مصری حضرت علیؓ کے طرفدار تھے اس لیے انہوں نے اس کو خلافت کا بارگراں اٹھانے پر مجبور کیا، اور مسجد نبوی میں لوگوں کو بیعت کے لیے جمع

کیا، حضرت طلحہؓ وزبیرؓ گو برابر کے دعویدار تھے، تاہم مصریوں کے خوف سے زبان نہ ہلا سکے اور کسی طرح بیعت کرلی۔ [۱]

حضرت علیؓ کی مسند نشینی کے بعد بھی مدینہ میں امن وامان قائم نہ ہوسکا، سبائی فرقہ جو اس انقلاب کا بانی تھا، اور فتنہ وفساد کے نئے نئے کرشمے دکھاتا رہتا تھا، جاہل بدوی جو ہمیشہ ایسے لوٹ مار کے موقعوں پر شریک ہوجاتے، سبائیوں کے ساتھ ہوگئے، حضرت علیؓ نے کوشش کی کہ یہ لوگ اپنے اپنے وطن کی طرف لوٹ جائیں اور بدویوں کو بھی شہر سے نکال دیا جائے؛ لیکن سبائیوں کی ضد اور انکار سے کامیابی نہ ہوئی۔ [۲]

حضرت زبیرؓ جو اساطین امت میں تھے، کب تک خاموشی کے ساتھ اس شورش وہنگامہ آرائی کا تماشا دیکھتے، اصلاحِ حال اور رفع فساد کا انتظار کرتے کرتے کامل چار ماہ گذر گئے، لیکن امن وسکون

۱۔(تاریخ طبری:۳۰۷۷)

۲۔(تاریخ طبری:۳۰۸۱)

کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی، آخر تھک کر حضرت طلحہؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور اصلاح واقامت حدود کا مطالبہ کیا، انہوں نے جواب دیا، بھائی! میں اس سے غافل نہیں؛ لیکن ایک ایسی قوم کے ساتھ کیا کرسکتا ہوں جس پر میرا کچھ اختیار نہیں، بلکہ وہ خود مجھ پر حکمران ہے۔[۱]

غرض جب اس طرف سے بھی مایوسی ہوئی تو یہ دونوں خود عملاً اس شورش کو رفع کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ حج کے خیال سے مکہ آئی تھیں، اور اب تک مدینہ کی شورشوں کا حال سن کر یہیں مقیم تھیں، حضرت طلحہؓ وزبیرؓ سب سے پہلے ام المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان لفظوں میں مدینہ کی بدامنی کا نقشہ کھینچا۔

انا تحملنا بقتینا ھرابا من المدینۃ من غبو غا اعراب وفارقنا قوما حیاری

۱۔(تاریخ طبری:۳۰۸۰)

لایعرفون حقا ولا ینکرون باطلا ولا یمنعون انفسهم

ہم اعراب کے شوروشر کے خوف سے مدینہ سے بھاگ آئے ہیں اور ہم نے وہاں ایسی حیران قوم کو چھوڑا ہے جو نہ حق کو پہنچانتی ہے اور نہ باطل سے احتراز کرتی ہے اور نہ اپنی جانوں کی حفاظت کرتی ہے۔

ام المومنینؓ نے فرمایا تو پھر کوئی رائے قائم کرکے اس شورش کو فرو کرنا چاہئے غرض تھوڑی دیر کی بحث ومباحثہ کے بعد علم اصلاح بلند کرنے پر سب کا اتفاق ہوا، بنوامیہ بھی جو مدینہ سے بھاگ کر یہاں مجتمع ہو گئے تھے، جوشِ انتقام میں ساتھ ہو گئے اور اس طرح داعیانِ اصلاح کی ایک ہزار جماعت بصرہ کی طرف روانہ ہوئی؛ تاکہ وہاں سے اپنی قوت مضبوط کرکے مدینہ کا رخ کرے راہ میں امویوں نے خلافت وامامت کی بحث چھیڑ کر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو لڑانا چاہا، لیکن ام المومنینؓ کی مداخلت سے معاملہ ختم ہو گیا،

بصرہ کے قریب پہنچے تو عثمان بن حنیف والی بصرہ نے مزاحمت کی؛ لیکن وہاں داعیان اصلاح کے حامیوں کی ایک بڑی جماعت بھی موجود تھی وہ خود عثمانؓ کے ساتھیوں سے دست وگریبان ہوگئی، یہاں تک کشت وخون کی نوبت پہنچ گئی عثمان بن حنیف کا بیان تھا کہ جب طلحہ وزبیرؓ حضرت علیؓ سے بیعت کر چکے تو پھر انہیں علم مخالفت بلند کرنے کا کیا استحقاق ہے؟ ان دونوں کا یہ جواب تھا کہ ہم قہراً وجبراً شریک بیعت ہوئے اور اگر فرض کرلو کہ یہ بیعت صحیح تھی تب بھی اس سے مطالبہ اصلاح کی نفی نہیں ہوتی، غرض معاملہ زیادہ طول کھینچا تو مصالحت کی یہ صورت قرار پائی کہ ایک شخص تحقیقات کے لیے مدینہ روانہ کیا جائے، اگر ثابت ہو کہ طلحہ وزبیر بیعت پر مجبور کئے گئے تھے تو عثمان بن حنیف مزاحمت سے باز آئیں گے، ورنہ ان دونوں کو اس جماعت سے کناہ کش ہونا پڑے گا، چنانچہ کعبؓ اس تحقیقات پر مامور ہوئے، انہوں نے جمعہ کے روز مسجد نبوی

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہو کر حاضرین سے بہ بانگ بلند سوال کیا۔

یا اھل المدینۃ انی رسول اھل البصرۃ الیکم اکرہ ھؤلاء القوم ھذین الرجلین علی بیعۃ علی ام اتیاھا طاعین

اے اہل مدینہ میں اہل بصرہ کا قاصد بن کر آیا ہوں کیا واقعی اس قوم نے ان دونوں کو علیؓ کی بیعت پر مجبور کیا تھا یا وہ خوشی سے اس پر تیار ہوئے تھے؟

مجمع میں تھوڑی دیر تک سناٹا رہا؛ لیکن اسامہ بن زیدؓ سے نہ رہا گیا، بول اُٹھے خدا کی قسم ان دونوں نے سخت ناپسندیدگی کے ساتھ بیعت کی تھی، اس سے ایک ہلچل پڑ گئی تمام اور سہل بن حنیف اسامہؓ سے الجھ پڑے، صہیب بن سنانؓ، ابوایوبؓ اور عمر بن مسلمہؓ وغیرہ کبار صحابہ نے دیکھا کہ لوگ اسامہؓ کو مار ڈالیں گے تو سب نے یک زبان ہو کر کہا، ہاں خدا کی قسم اسامہؓ نے سچ کہا، غرض اسی طرح اسامہؓ کی جان بچ گئی اور کعبؓ بصرہ واپس آئے دوسری

طرف حضرت علیؓ کو ان واقعات کی اطلاع مل چکی تھی، انہوں نے عثمان بن حنیف کو لکھا کہ اولاً تو یہ صحیح نہیں کہ وہ مجبور کئے گئے اور اگر مان بھی لو تو قوم وملک کی بہتری کے لیے ایسا ہونا ضروری تھا اور اگر وہ مجھے معزول کرنا چاہتے ہیں تو ان کے پاس کوئی معقول عذر نہیں اور اگر کچھ اور مقصد ہے تو اس پر غور ہو سکتا ہے، اس خط کے بعد عثمان ؓ نے اپنی رائے بدل دی اور کعبؓ کی تحقیقات کے باوجود اعیانِ اصلاح کی مزاحمت پر اڑے رہے۔

حضرت طلحہ وزبیرؓ نے دیکھا کہ اب سہولت کے ساتھ یہ معاملہ طے نہ ہوگا تو ایک روز عشاء کے وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجد پہنچے اور عبدالرحمن بن عتابؓ کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر دیا، عثمان بن حنیف نے اس کو اپنے حق میں مداخلت تصور کر کے ایرانی، زط، اور، سبابچہ، کو حملہ کا حکم دے دیا، لیکن حضرت طلحہؓ وزبیرؓ نے پامردی کے ساتھ مقابلہ کر کے ان کو بھگا دیا، دوسری طرف چند آدمی

دارالامارت میں گھس گئے اور عثمان بن حنیف کو پکڑ کر سامنے لائے، ان لوگوں نے اس بے رحمی کے ساتھ ان کو مارا تھا اور ڈاڑھی نوچی تھی کہ چہرہ پر ایک بال بھی باقی نہ تھا، حضرت طلحہ وزبیرؓ کو یہ سخت ناگوار گذرا اور حضرت عائشہؓ سے اس کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے حکم دیا کہ عثمان کو چھوڑ دو، جہاں جی چاہے جائے، غرض اس طرح بصرہ پر قبضہ ہو گیا، اور ایک بڑی جماعت اس مہم کا ساتھ دینے پر تیار ہو گئی۔

جنگ جمل اور حضرت زبیرؓ کی حق پسندی

حضرت طلحہ وزبیرؓ نے اہل کوفہ کو بھی خطوط لکھ کر شرکت کی ترغیب دی ؛لیکن وہاں حضرت حسنؓ نے پہنچ کر پہلے ہی ان کو اپنا طرفدار بنالیا اور تقریباً نو ہزار کی عظیم الشان جمعیت مقام ذی قار میں حضرت علیؓ کی فوج سے مل کر بصرہ کی طرف بڑھی، حضرت طلحہ وزبیرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اپنی فوج کو مرتب ومنظم کر کے آگے بڑھا دیا،

دسویں جمادی الآخر ۳۶ھ جمعرات کے دن دونوں فوجوں میں مڈ بھیڑ ہوئی، کیسا عبرت انگیز نظارہ تھا، چند دن بیشتر جو لوگ بھائی بھائی تھے، آج باہم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوکر نگاہِ غیظ وغضب سے اپنے مقابل کو گھور رہے ہیں؛ لیکن ذاتی مخاصمت وعداوت سے نہیں بلکہ حق وصداقت کے جوش میں، یہی وجہ ہے کہ ایک ہی قبیلہ کے کچھ آدمی اس طرح ہیں تو کچھ اس طرف، چونکہ دونوں جماعتوں کے سربراہ کاروں کو اصلاح مدنظر تھی، اس لیے پہلے مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، حضرت علیؓ تنہا گھوڑا آگے بڑھا کر بیچ میدان میں آئے اور حضرت زبیرؓ کو بلا کر کہا" ابو عبداللہ! تمہیں وہ دن یاد ہے جب کہ ہم اور تم دونوں ہاتھ میں ہاتھ دیئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گذرے تھے،اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم اس کو دوست رکھتے ہو؟ تم نے عرض کی تھی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد کرو اس وقت تم سے حضور

انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک دن تم اسی سے ناحق لڑو گے۔ [۱]

حضرت زبیرؓ نے جواب دیا ہاں! اب مجھے بھی یاد آیا۔

حضرت علیؓ تو صرف ایک بات یاد دلا کر پھر اپنی جگہ چلے گئے، لیکن حضرت زبیرؓ کے قلب حق پرست میں ایک خاص سخت تلاطم برپا ہو گیا تمام عزائم اور ارادے فسخ ہو گئے، ام المومنینؓ کے پاس آکر کہنے لگے میں برسرِ غلط تھا، علیؓ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقولہ یاد دلا دیا، حضرت عائشہؓ نے پوچھا پھر اب کیا ارادہ ہے؟ بولے ”اب میں اس جھگڑے سے کنارہ کش ہوتا ہوں“ حضرت زبیرؓ کے صاحب حضرت عبداللہؓ نے کہا آپ لوگوں کو دو گروہوں کے درمیان پھنسا کر خود علیؓ کے خوف سے بھاگنا چاہتے ہیں، حضرت زبیرؓ نے کہا میں قسم کھاتا ہوں کہ علیؓ سے نہیں لڑوں گا“ عبداللہؓ نے کہا قسم کا کفارہ ممکن ہے اور اپنے غلام مکحول کو بلا کر آزاد کر دیا، لیکن

۱۔ (مستدرک حاکم: ۳/ ۳۶۶)

حوارِی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل اچاٹ ہو چکا تھا، کہنے لگے جان پدر علیؓ نے ایسی بات یاد دلائی کہ تمام جوش فرو ہو گیا، بے شک ہم حق پر نہیں ہیں آؤ تم بھی میرا ساتھ دو، حضرت عبداللہؓ نے انکار کر دیا تو تنہا بصرہ کی طرف چل کھڑے ہوئے؛ تا کہ وہاں سے اپنا اسباب وسامان لے کر حجاز کی طرف نکل جائیں، احنف بن قیس نے حضرت زبیرؓ کو جاتے دیکھا تو کہا دیکھو یہ کسی وجہ سے واپس جا رہے ہیں، کوئی جا کر خبر لائے، عمرو بن جرموز نے کہا میں جاتا ہوں اور ہتھیار سجا کر گھوڑا دوڑاتے ہوئے حضرت زبیرؓ کے پاس پہنچا وہ اس وقت اپنے غلاموں کو اسباب وسامان کے ساتھ روانگی کا حکم دے کر بصرہ کی آبادی سے دور نکل آئے تھے، ابن جرموز نے قریب پہنچ کر پوچھا:

ابن جرموز: ابو عبداللہ آپ نے قوم کو کس حال میں چھوڑا؟

حضرت زبیرؓ: سب باہم ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے۔

ابن جرموز: آپ کہاں جارہے ہیں۔

حضرت زبیرؓ: میں اپنی غلطی پر متنبہ ہوگیا، اس لیے اس جھگڑے سے کنارہ کش ہوکر کسی طرف نکل جانے کا قصد ہے۔

ابن جرموز نے کہا چلئے مجھے بھی اسی طرف کچھ دور تک جانا ہے، غرض دونوں ساتھ چلے، ظہر کی نماز کا وقت آیا تو زبیرؓ نماز پڑھنے کے لیے ٹھہرے، ابن جرموز نے کہا میں بھی شریک ہوں گا، حضرت زبیرؓ نے کہا میں تمہیں امان دیتا ہوں کیا تم بھی میرے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھو گے، اس نے کہاں ہاں اس عہد و پیمان کے بعد دونوں اپنے گھوڑے سے اترے اور معبود حقیقی کے سامنے سرنیاز جھکانے کو کھڑے ہوگئے۔

شہادت

حضرت زبیرؓ جیسے ہی سجدہ میں گئے کہ عمرو بن جرموز نے غداری کرکے تلوار کا وار کیا اور حواری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرتن سے جدا ہوکر

خاک وخون میں تڑپنے لگا، افسوس! جس نے اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ میں کبھی اپنی جان کی پروانہ کی اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے بارہا مصائب وشدائد کے پہاڑ ہٹائے تھے وہ آج خود ایک کلمہ خوان اور پیروِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شقاوت اور بے رحمی کا شکار ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

ابن جرموز حضرت زبیرؓ کی تلوار اور زرہ وغیرہ لے کر بارگاہِ مرتضویؓ میں حاضر ہوا اور فخر کے ساتھ اپنا کارنامہ بیان کیا، جناب مرتضیٰؓ نے تلوار پر ایک حسرت کی نظر ڈال کر فرمایا اس نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے مصائب کے بادل ہٹائے ہیں اے ابن صفیہ کے قاتل تجھے بشارت ہو کہ جہنم تیری منتظر ہے۔ [۱]

حضرت زبیرؓ نے چونسٹھ برس کی عمر پائی اور ۳۶ھ میں شہید ہوکر وادی السباع میں سپرد خاک ہوئے، فنور اللہ مرقدہ وحسن مثواہ۔

۱۔ (مسند جلد ۱ صفحہ ۸۹)

اخلاق وعادات

حضرت زبیرؓ کا دامن اخلاقی زروجواہر سے مالا مال تھا، تقوی، پارسائی، حق پسندی، بے نیازی، سخاوت اور ایثار آپ کا خاص شیوہ تھا، رقت قلب اور عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی واقعہ پر دل کانپ اٹھتا تھا۔

خشیتِ الٰہی

جب یہ آیت نازل ہوئی "إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ، ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ"۔ [1]

توسرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ کیا قیامت کے روز ہمارے جھگڑے پھر دہرائے جائیں گے؟ ارشاد ہوا ہاں ایک ایک ذرہ کا حساب ہو کر حقدار کو اس کا حق دلایا جائے گا، یہ سن کر ان کا دل

۱۔(الزمر:۳۰،۳۱)

کانپ اُٹھا کہنے لگے، اللہ اکبر! کیسا سخت موقع ہوگا۔ [۱]

تقویٰ و پرہیزگاری حضرت زبیرؓ کی کتاب اخلاق کا سب سے روشن باب ہے، وہ خود اس کا خیال رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتے تھے، ایک دفعہ وہ اپنے غلام ابراہیم کی دادی ام عطاء کے پاس گئے دیکھا کہ یہاں ایام تشریق کے بعد بھی قربانی کا گوشت موجود ہے، کہنے لگے، ام عطاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے، انہوں نے عرض کیا کہ میں کیا کروں لوگوں نے اس قدر ہدیئے بھیج دیئے کہ ختم ہی نہیں ہوتے۔ [۲]

حضرت زبیرؓ نے جب دعوتِ اصلاح کا علم بلند کیا تو ایک شخص نے آکر کہا اگر حکم دیجئے تو علیؓ کی گردن اڑادوں" بولے تم تنہا اس عظیم الشان فوج کا کیسے مقابلہ کروگے؟ اس نے کہا میں علیؓ کی فوج میں

۱۔(ایضاً ۱/۱۶۷)

۲۔(ایضاً جلد ا صفحہ ۱۶۶)

جا کر مل جاؤں گا اور کسی وقت موقع پا کر دھوکے سے قتل کر ڈالوں گا، فرمایا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ایمان قتل ناگہانی کی زنجیر ہے، اس لیے کوئی مومن کسی کو اچانک نہ مارے۔ [۱]

قلتِ روایت کا سبب

حضرت زبیرؓ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری اور ہر وقت کے حاضر رہنے والوں میں تھے، لیکن کمال اتقاء کے باعث بہت کم حدیثیں روایت کرتے تھے، ایک دفعہ آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہؓ نے کہا، پدر بزرگوار کیا سبب ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی باتیں بیان نہیں کرتے جتنی اور لوگ بیان کرتے ہیں، فرمایا جان پدر! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت اور معیت میں دوسروں سے میرا حصہ کم نہیں ہے، میں جب سے اسلام لایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہوا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف اس تنبیہ نے مجھے محتاط بنا دیا

۱۔(مسند:۱/۱۶۶)

ہے: من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار
یعنی جس نے قصداً میری طرف غلط بات منسوب کی اسے چاہئے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالے۔ [۱]

مساوات پسندی

مساواتِ اسلامی کا اس قدر خیال تھا کہ دو مسلمان لاشوں میں بھی کسی تفریق یا امتیاز کو جائز نہیں سمجھتے تھے، جنگ احد میں آپ کے ماموں حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تو حضرت صفیہؓ نے بھائی کی تجہیز و تکفین کے لیے دو کپڑے لا کر دیئے، لیکن ماموں کے پہلو میں ایک انصاری کی لاش بھی بے گور و کفن پڑی تھی، دل نے گوارا نہ کیا کہ ایک کے لیے دو دو کپڑے ہوں اور دوسرا بے کفن رہے، غرض تقسیم کرنے کے لیے دونوں ٹکڑوں کو ناپا، اتفاق سے چھوٹا بڑا نکلا قرعہ ڈال کر تقسیم کیا کہ اس میں بھی کسی طرح کی ترجیح نہ پائی

۱۔(ابوداؤد کتاب العلم باب فی التشدید فی الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومسند:۱/ ۱۶۵،وصحیح بخاری:۱/ ۲۱)

جائے۔ [۱]

استقلال

حضرت زبیرؓ خطرات کی مطلق پروانہ کرتے اور موت کا خوف کبھی ان کے عزم وارادہ میں حائل نہ ہوتا، اسکندریہ کے محاصرہ نے طول کھینچا تو چاہا کہ سیڑھی لگا کر قلعہ پر چڑھ جائیں، لوگوں نے کہا قلعہ میں سخت طاعون ہے، فرمایا" ہم طعن وطاعون ہی کے لیے آئے ہیں" یعنی موت سے ڈرنا کیا ہے غرض سیڑھیاں لگائی گئیں اور جان بازی کے ساتھ چڑھ گئے۔

امانت

حواریِ رسول کی امانت، دیانت اورانتظامی قابلیت کا عام شہرہ تھا، یہاں تک کہ لوگ عموماً اپنی وفات کے وقت ان کو اپنے آل

۱۔(مسند:۱/۱۶۵)

واولاد اور مال ومتاع کے محافظ بنانے کی تمنا ظاہر کرتے تھے، مطیع بن الاسود نے ان کو وصی بنانا چاہا، انہوں نے انکار کیا تو لجاجت کے ساتھ کہنے لگے" میں آپ کو خدا، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرابت داری کا واسطہ دلاتا ہوں، میں نے فاروق اعظمؓ کو کہتے سنا ہے کہ زبیرؓ دین کے ایک رکن ہیں، حضرت عثمانؓ، مقداد، عبداللہ بن مسعودؓ اور عبدالرحمان بن عوفؓ وغیرہ نے بھی ان کو اپنا وصی بنایا تھا، چنانچہ یہ دیانتداری کے ساتھ ان کے مال ومتاع کی حفاظت کرکے ان کے اہل وعیال پر صرف کرتے تھے۔ [۱]

فیاضی

فیاضی، سخاوت اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بھی پیش پیش رہتے تھے، حضرت زبیرؓ کے پاس ایک ہزار غلام تھے، روزانہ اجرت پر کام کرکے ایک بیش قرار رقم لاتے تھے، لیکن انہوں نے

۱۔(اصابہ:۶/۳)

اس میں سے ایک حبہ بھی کبھی اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال پر صرف کرنا پسند نہ کیا بلکہ جو کچھ آیا اسی وقت صدقہ کر دیا۔ [۱]

غرض ایک پیغمبر کے حواری میں جو خوبیاں ہو سکتی ہیں، حضرت زبیرؓ کی ذات والا صفات میں ایک ایک کر کے وہ سب موجود تھیں۔

ذریعۂ معاش اور تمول

معاش کا اصلی ذریعہ تجارت تھا، اور عجیب بات ہے کہ انہوں نے جس کام میں ہاتھ لگایا، کبھی گھاٹا نہیں ہوا۔ [۲]

تجارت کے علاوہ مالِ غنیمت سے بھی گراں قدر رقم حاصل کی، حضرت زبیرؓ کے تمول کا صرف اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کے تمام مال کا تخمینہ پانچ کروڑ دولاکھ درہم (یا دینار) کیا گیا تھا، لیکن یہ سب نقد نہیں؛ بلکہ جائیداد غیر منقولہ کی صورت میں تھا،

۱۔(ایضاً جلد ۲ صفحہ ۶)

۲۔(استیعاب:۱/ ۲۰۸)

اطراف مدینہ میں ایک جھاڑی تھی، اس کے علاوہ مختلف مقامات میں مکانات تھے، چنانچہ خاص مدینہ میں گیارہ ، بصرہ میں دو اور مصر وکوفہ میں ایک ایک مکان تھا۔ [۱]

قرض اور اس کی ادائیگی

حضرت زبیرؓ اس قدر تمول کے باوجود بائیس لاکھ کے مقروض تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ عموماً اپنا مال ان کے پاس جمع کرتے تھے، لیکن یہ احتیاط کے خیال سے سب سے کہہ دیتے تھے کہ امانت نہیں؛ بلکہ قرض کی حیثیت سے لیتا ہوں، ہوتے ہوتے اسی طرح بائیس لاکھ کے مقروض ہوگئے۔ [۲]

حضرت زبیرؓ جب جنگ جمل کے لیے تیار ہوئے تو انہوں نے اپنے صاحبزادہ عبداللہؓ سے کہا" جان پدر مجھے سب سے زیادہ خیال

۱۔(بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی مالہ)

۲۔(ایضاً)

اپنے قرض کا ہے، اس لیے میرا مال ومتاع بیچ کر سب سے پہلے قرض ادا کرنا اور جو کچھ بچ رہے اس میں سے ایک ثلث خاص تمہارے بچوں کے لیے وصیت کرتا ہوں، ہاں اگر مال کفایت نہ کرے تو میرے مولیٰ کی طرف رجوع کرنا، حضرت عبداللہؓ نے پوچھا "آپ کا مولیٰ کون ہے؟ میرا مولیٰ خدا ہے جس نے ہر مصیبت کے وقت میری دستگیری کی ہے۔"

عبداللہ بن زبیرؓ نے حسب وصیت مختلف آدمیوں کے ہاتھ جھاڑی بیچ کر قرض ادا کرنے کا سامان کیا اور چار برس تک موسم حج میں اعلان کرتے رہے کہ زبیرؓ پر جس کا قرض ہو آکر لے لے، غرض اس طرح سے قرض ادا کرنے کے بعد بھی اس قدر رقم بچ رہی کہ صرف حضرت زبیرؓ کی چار بیویوں میں سے ہر ایک کو بارہ بارہ لاکھ حصہ ملا، موصی لہ اور دوسرے ورثہ کے علاوہ تھے۔ [۱]

۱۔ (بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ)

جاگیروزراعت

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی زمین کو مجاہدین پر تقسیم فرمادیا تھا، چنانچہ حضرت زبیرؓ کو بھی اس میں سے ایک وسیع اور سرسبز قطعہ ملا تھا، اس کے علاوہ مدینہ کے اطراف میں بھی ان کے کھیت تھے، جن کو وہ خود آباد کرتے تھے، کبھی کبھی آب پاشی وغیرہ کے متعلق دوسرے شرکاء سے جھگڑا بھی ہوجاتا تھا، ایک دفعہ ایک انصاری سے جن کا کھیت حضرت زبیرؓ کے کھیت سے ملا ہوا نیچے کی طرف تھا، آب پاشی کے متعلق جھگڑا ہوا، انصاریؓ نے بارگاہِ نبوت میں شکایت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ تم اپنا کھیت سینچ کر اپنے پڑوسی کے لیے پانی چھوڑ دیا کرو، انصاری اس فیصلہ سے ناراض ہوئے اور کہنے لگے" یا رسول اللہ! آپ نے اپنے پھوپھی زادہ کی پاسداری فرمائی، چونکہ انصاری کو اس آب پاشی سے متمتع ہونے کا کوئی حق نہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محض ان کی

رعایت سے یہ فیصلہ صادر فرمایا تھا،اس لیے چہرہ سرخ ہوگیا، اورحضرت زبیرؓ کوحکم دیا کہ تم اپنے پورے حق سے فائدہ اٹھاؤ،یعنی خود آب پاشی کر کے پانی کو روک رکھو یہاں تک کہ نالیوں کے ذریعہ سے دوسری طرف بہ جائے۔

کھیت کی نگرانی اور فصل کی حفاظت کا فرض بسا اوقات خود ہی انجام دیتے تھے،ایک دفعہ عہد فاروقی ؓ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اورحضرت مقداد بن الاسودؓ کے ساتھ اپنی جاگیر کی دیکھ بھال کے لیے خیبر تشریف لے گئے اور رات کے وقت تک تینوں علیحدہ اپنی اپنی جاگیر کے قریب سوئے رات کی تاریکی میں کسی یہودی نے شرارت سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی کلائی اس زور سے موڑ دی کہ بے اختیار ہو کر چلا اُٹھے ،حضرت زبیرؓ وغیرہ مدد کے لیے دوڑے اورواقعہ دریافت کر کے ان کو لیے ہوئے بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئے اور یہودیوں کی شرارت کا حال بیان کیا،چنانچہ

حضرت عمرؓ نے اسی واقعہ کے بعد یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن کر دیا۔ [۱]

حضرت ابوبکرؓ نے بھی مقام جرف میں انہیں ایک جاگیر مرحمت فرمائی تھی، اسی طرح حضرت عمرؓ نے مقام عقیق کی زمین انہیں دے دی تھی۔ [۲]

جو مدینہ کے اطراف میں ایک خوش فضا میدان ہے۔

آل واولاد سے محبت

حضرت زبیرؓ کو بیوی بچوں سے نہایت محبت تھی، خصوصاً حضرت عبداللہؓ اور ان کے بچوں کو بہت مانتے تھے، چنانچہ اپنے مال میں سے ایک ثلث کی خاص ان کے بچوں کے لیے وصیت کی تھی، لڑکوں کی تربیت کو بھی خاص طور پر ملحوظ رکھتے تھے، جنگ یرموک میں

۱۔(ابن ہشام:۲/۲۰۱)

۲۔(ابن سعد قسم اول جلد ۳ صفحہ ۱۷۳)

شریک ہوئے تو اپنے صاحبزادہ عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی ساتھ لے گئے، اس وقت ان کی عمر صرف دس سال کی تھی، لیکن حضرت زبیرؓ نے ان کو گھوڑے پر سوار کر کے ایک آدمی کے سپرد کر دیا کہ جنگ کے ہولناک مناظر دکھا کر جرات و بہادری کا سبق دے۔

غذا ولباس

دولت وثروت کے باوجود طرز معاشرت نہایت سادہ تھا، غذا بھی پر تکلف نہ تھی، لباس عموماً معمولی اور سادہ زیب بدن فرماتے، البتہ جنگ میں ریشمی کپڑے استعمال کرتے تھے؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص طور پر ان کو اجازت دی تھی، آلاتِ حرب کا نہایت شوق تھا اور اس میں تکلف جائز سمجھتے تھے، چنانچہ ان کی تلوار کا قبضہ نقرئی تھا۔

حلیہ

بدن چھریرا، قدر بلند و بالا، خصوصاً پاؤں اس قدر لمبے کہ گھوڑے پر چڑھتے تو پاؤں زمین سے چھوجاتا، رنگ گندم گوں اور سر پر کندھوں تک بالوں کی لٹیں۔

اولاد و ازواج

حضرت زبیرؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں اور کثرت کے ساتھ اولاد پیدا ہوئی، بعض بچے تو ان کی حیات ہی میں قضا کر گئے؛ تاہم پھر بھی بہت سی اولاد یادگار رہ گئی۔

ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اسماء بنت ابی بکرؓ، ان کے بطن سے چھ بچے ہوئے، نام یہ ہیں: عبداللہ، عروہ، منذر، خدیجۃ الکبری، ام الحسن عائشہ۔

ام خالد بنت خالد بن سعید، انہوں نے خالد، عمر، حبیبہ ،سودہ، اور ہند یادگار چھوڑی۔

رباب بنت انیف، ان سے مصعب، حمزہ اور رملہ پیدا ہوئیں۔

زینب بنت بشر، ان کے بطن سے عبیدہ،جعفر اور حفصہ پیدا ہوئیں۔

ام کلثوم بنت عقبہ،ان سے صرف ایک لڑکی زینب پیدا ہوئی۔